”اربابِ علم وکمال“ کا ادبی مقام

معنوی محاسن، ادبی رعنائیاں اور اہم خصوصیات

(وہ شیریں لمحات کبھی بھولنے کے قابل نہیں جو اس کتاب سے استفادے اور مطالعہ میں صرف ہوئے)

”اربابِ علم وکمال“ موتمر المصنفین کی تازہ علمی اور تاریخی پیش کش ہے جسے بحمداللہ علمی و ادبی حلقوں، قومی پریس اور عظیم شخصیتوں سے بہت کچھ خراج تحسین وصول ہو چکا ہے، جسکے پیشِ نظر کتاب کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ لے لیا گیا۔ علاوہ ازیں وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان کے ادارہ ”نیشنل بک کونسل پاکستان“ کی جانب سے بھی اسی ماہ ”اربابِ علم وکمال“ سے متعلق (CERTIFICATE OF COMMENDATION) ادارہ موتمر المصنفین کو موصول ہوئی ہے۔ حضرت العلامہ مولانا مدراراللہ مدرار نقشبندی بزرگ صحافی، جید عالم دین، کہنہ مشق ادیب و مصنف حضرت مولانا خواجہ عبدالمالک نقشبندیؒ کے ماذون وخلیفہ، صاحبِ دل اور صاحبِ نسبت بزرگ ہیں موصوف نے بھی اپنے مطالعاتی شوق، علم پروری اور ادبی وتحقیقی ذوق کے پیشِ نظر ایک گرانقدر وقیع مقالہ تحریر فرمایا ہے جس میں ”موتمر المصنفین“ کی اس تازہ اشاعت کے مختلف پہلوؤں کے ساتھ ساتھ علم وادب کے کئی ایک اہم گوشوں پر بھی روشنی پڑتی ہے اور اربابِ علم وذوق کے لیے تسکینِ ذوق کا سامان بھی مہیا ہوتا ہے۔ خود مقالے کے ادبی تجزیے اور علمی تبصرہ ہونے کی حیثیت، موصوف کی بزرگانہ شفقت اور ترکِ حذف وترمیم پر اصرار کے باوجود بھی اُن کے لحاظِ خاطر کے پیشِ نظر بغرض افادہ عام من وعن نذرِ قارئین ہے۔ (ادارہ)

الحمد للہ المتوحد بجلالہ المتفرد وصلوٰۃ دوما علیٰ خیر الانام محمد

مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ مؤتمر المصنفین کی تازہ ترین، عظیم تاریخی اور علمی و ادبی اشاعت "ارباب علم و کمال اور پیشۂ رزق حلال"، کو اول سے آخر تک مطالعہ اور بھرپور استفادہ کیا۔ یہ کتاب دراصل مولانا عبدالقیوم حقانی کے اس مبسوط مقالے کی مختلف اقساط کا مجموعہ ہے جس کے بعض حصے مجلہ "الحق" اور ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند کے متعدد شماروں میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے، اس مقالے کو قارئین "الحق" نے بہت پسند کیا اور ارباب علم و دانش نے اس کو بنظر تحسین دیکھا اور خواہش ظاہر کی کہ اس کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے، چنانچہ مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ نے حسن و خوبصورتی کے ساتھ اسے زیور طبع سے آراستہ کیا اور اب یہ کتاب ہمارے پیش نظر ہے۔

کتاب کو جب خوب توجہ اور غور و فکر سے دیکھا تو اس کے معنوی محاسن اور ادبی رعنائیاں قدم قدم پر محظوظ کرتی رہیں۔ مولانا حقانی کی دیگر تصانیف بھی عالمانہ، فاضلانہ اور قابل داد ہیں لیکن زیر بحث کتاب میں ادبیت کا رنگ زیادہ نمایاں ہے۔ اس کی اکثر و بیشتر عبارتیں اس قدر سلیس، شگفتہ اور دلچسپ ہیں جن کو اردو ادب کا ایک اچھا نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا موصوف نے کتاب میں جا بجا موقع اور محل کے مناسب ایسے اشعار چسپاں کیے ہیں گویا ان اشعار کی تخلیق ایسے ہی مواقع کے لیے کی گئی تھی ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ سمجھا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

بلاشبہ اس کتاب سے اردو ادب میں ایک بیش بہا اضافہ ہوا ہے اور اردو ادب کے قدردان اس سے صرف نظر نہیں کر سکتے۔

آگے چل کر ہم کتاب کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے اس کی دلکش عبارتوں کے نمونے اپنے تبصرے کے ساتھ پیش کریں گے۔ لیکن یہاں ادب و شعر کی بحث چل نکلی ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ادب اور شعر کے بارے میں بھی کچھ گفتگو کی جائے۔

ادب کی تعریف ادب ہوشیاری اور ہر چیز کی حدود پر نگاہ رکھنے کو کہتے ہیں، ادب کا اطلاق ہر قسم کے علوم و فنون پر ہوتا ہے جن کے ذریعے سے آدمی زبان میں غلطی کرنے سے محفوظ رہتا ہے اور بول چال اور تقریر و تحریر میں حسن و خوبصورتی، جاذبیت اور دلکشی پیدا کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ علمائے معانی نے ادب سے بہرہ ور یعنی ادیب کو بارہ علوم سے روشناس ہونے کی قید لگائی ہے جن میں سے آٹھ اصولی ہیں اور چار فروعی۔

اصولی: صرف، نحو، اشتقاق، لغت، قافیہ، عروض، معانی و بیان

فروعی: علم الخط، انشاء، شعر اور تاریخ۔

ادب کی جمع آداب ہے، اور آداب کا اطلاق جس طرح تمام علوم وفنون پر ہوتا ہے اسی طرح ان کے کسی دلچسپ حصے پر اور کسی چیز یا کسی شخص کے مخصوص قوانین کو بھی آداب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً آداب الدرس، آداب القاضی وغیرہ۔ فقہ کی کتابوں میں ایک خاص عنوان "کتاب ادب القاضی" کے لیے بھی مقرر ہے، اور "ادب القاضی" سے مراد ایسے امور ہیں جو شرع کی نگاہ میں مستحسن اور قاضی کے لیے ان پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ مثلاً فریقین میں عدل ومساوات قائم کرنا، ظلم وزیادتی کو مٹانا اور حدودِ شرع وسنت پر خود قائم رہنا اور فریقین کو بھی قائم رکھنا، یہ ایسے امور وقوانین ہیں جن کو نگاہ میں رکھنا قاضی کے لیے ضروری ہے۔

ادب سے وہ اخلاقی ملکہ بھی مراد ہے جو انسان کو ہر ناشائستہ قول وفعل سے باز رکھے۔ اُردو میں کامیاب دیب اس کو قرار دیا جاتا ہے جو اپنی تحریر میں سلاست وروانی، ذوق آفرینی، شگفتگی اور بلاغت پیدا کرنے پر قادر ہو۔

شعر کی تعریف | شعر مصدر ہے، اسی طرح شعور بھی مصدر ہے اور دونوں ثلاثی مجرد کے ایک ہی مادہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ دونوں کا لغوی مفہوم ایک ہے یعنی جاننا، محسوس کرنا اور سمجھنا۔ اور اصطلاح میں کلامِ منظوم کو کہتے ہیں پھر اس کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جس سے سفلی جذبات وشہوات کو ابھارا جائے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جو حقائق و رموزِ فطرت اور صداقتوں کی جامع ہے، جو حق کی نصرت وحمایت اور جوانوں کے دلوں میں حُبِّ ملّت، دینی حرارت، عزم وہمت اور تسخیرِ کائنات کا جذبہ اور ولولہ پیدا کرے۔ شاعری کی پہلی قسم مذموم اور دوسری محمود ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ شعروشاعری ایک ایسا فن ہے جس کے سارے حُسن وجمال کی اساس شوکتِ الفاظ، تخیّل کی بلند پروازی، مبالغہ آرائی اور آزاد منشی پر قائم ہے اور اس سے بجز گرمیٔ محفل یا وقتی جوش وخروش اور واہ واہ کے کسی کو مستقل ہدایت نہیں ہوتی، اس لیے شعر کی نسبت کہا گیا ہے ؎

در شعر مپیچ ودر فنِ او   چوں اکذبِ اوست احسنِ او

لیکن بایں ہمہ شعر کی حُسن وخوبی اور لذت آفرینی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ شعر اچھا بھی ہوتا ہے اور بُرا بھی۔ اس کے بارے میں ہادیٔ برحق حضور سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری بہترین راہنمائی فرمائی ہے۔ صاحبِ مشکوٰۃ نے شعر کے بیان میں حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت نقل کی ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا:۔

هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَقَبِيحُهٗ قَبِيحٌ۔   یعنی شعر کلام ہے پس اچھا شعر اچھا کلام ہے اور بُرا شعر بُرا کلام ہے۔

اس کے علاوہ حضور سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے شعر کی عزت افزائی فرمائی ہے۔ فرمایا کہ

"بعض شعر حکمت ہوتا ہے" یا حکیمانہ اور حقیقت افروز شعر اگرکسی غیر مسلم کا ہوتا تب بھی اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتے
چنانچہ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حالتِ سفر میں اپنے ہمسفر صحابی حضرت عمرو بن شرید کو
اُمیہ بن ابی الصلت کے اشعار سنانے کا ارشاد فرمایا، اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر یکے بعد دیگرے،
سو اشعار سنائے۔

واضح رہے کہ امیہ بن ابی الصلت دورِ جاہلیت کا ایک غیر مسلم شاعر تھا لیکن بایں ہمہ اُس کے اشعار میں توحید
کے مضامین بیان ہوئے تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے شعر پسند فرمائے، اور فرمایا کہ وہ اسلام
کے قریب تھا۔

اسی طرح آپؐ نے مشہور عرب شاعر لَبید کے ایک شعر کو بھی بہت پسند فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شاعر نے اگر سچی بات کہی
ہے تو وہ لَبید کا یہ شعر ہے ؎

اَلَا کُلُّ شَیٍٔ مَا خَلَا اللّٰہ بَاطِلُ

(ترجمہ) یعنی آگاہ ہو کہ خدا کے سوا ہر چیز باطل اور فانی ہے

ان حقائق سے معلوم ہوا کہ اسلام کے نزدیک عام شاعری کے حکم سے وہ شاعری مستثنیٰ ہے جس سے اسلام
کی حقانیت و سربلندی اور ملک و ملت کے تحفظ و بقا کا کام لیا جائے۔ شاعرِ نبوت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ
سے لے کر مولانا رومی، مولانا جوہر، علامہ اقبال، مولانا حالی اور اکبر الہ آبادی کی شاعری اسی زمرے میں آتی ہے۔

اس ضمن میں قبیح شاعری کی ایک مثال بھی سنیئے:-

معلوم ہے کہ شراب کی توصیف مروجہ شاعری کا ایک نمایاں عنصر ہے بلکہ عرب شاعری میں شراب کے ساتھ
محبوبہ کے وصال کے رازہائے سربستہ کا برملا اظہار فخر و مباہات کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ تاریخی واقعہ ہے کہ
دورِ اموی کے مشہور شاعر فرزدق نے جب اپنا وہ شعر جس میں اپنے فعلِ بد کو مزے لے لے کر بیان کیا ہے خلیفۂ
وقت سلیمان بن عبدالملک کو سنایا تو خلیفہ نے برجستہ کہا کہ اس اقبالِ جرم کے بعد تم پر حدِ شرعی واجب ہو گئی،
شاعر نے فوراً سورۂ شعراء کی آیت ۲۲۶ اپنی صفائی میں پڑھ کر اپنی جان بچائی، وہ آیت کریمہ یہ ہے:-

وَاَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ۝ (ترجمہ) اور وہ کہتے وہ ہیں جو وہ کرتے نہیں۔

مصنف کا ادبی ارتقاء مولانا حقانی کی طبیعت میں قدرت نے شعر شناسی، ذوقِ سلیم اور حسنِ تنقید کا
کا مادہ رکھا ہے اور وہ اس کمالی نعمت سے بخوبی مالا مال ہیں، اس لیے ان کی علمی و ادبی تخلیقات میں ارتقاء کا عمل
تیزی سے جاری ہے۔ وہ علوم ادب کے فاضل و ادیب تو ہیں ہی اُردو ادب میں بھی انھوں نے اپنے لیے ایک

منفرد مقام حاصل کرلیا ہے اور عصر حاضر کے کامیاب ادیبوں اور ممتاز لکھنے والوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کی نئی تصنیف" ارباب علم و کمال اور پیشۂ رزق حلال"ان کے علمی و ادبی کارناموں میں ایک حسین شاہکار ہے جس پر ہم انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

علمی و ادبی کاوشوں کا حسین مرقع

فاضل گرامی مولانا حقانی کی کتاب" ارباب علم و کمال" اُن علمائے دین مفسرین، محدثین، مجتہدین اور نامور و ممتاز فقہائے کرام کے مختصر مگر فکر انگیز اور عبرت آمیز حالات و کمالات پر مشتمل ہے جو مختلف پیشوں سے تعلق رکھتے تھے اور پیشوں کو رزق حلال کے حصول کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ لیکن بایں ہمہ وہ علوم دین یعنی قرآن و حدیث، تفسیر، فقہ و اصول وغیرہ کے حصول کے لیے ہمہ تن کوشاں رہتے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے مختلف علوم دینیہ میں اتنا کمال پیدا کیا کہ امت نے ان کو علامہ، امام، شیخ المحدثین اور شمس الائمہ وغیرہ معزز ترین خطابات سے نوازا، اور وہ ملت کے مقتدا بن گئے۔ اس قسم کی کتاب پڑھنے سے علم اور تعلیم کی قدر و منزلت اور بھی بڑھ جاتی ہے، جبکہ موجودہ حالات میں نوجوانانِ ملت میں تعلیم کو عام کرنے کی اشد ضرورت ہے اور ذات پات اور پیشوں کے متعلق لوگوں میں جو غیر اسلامی اور غیر حقیقی تصورات رائج ہیں اُن کا ازالہ ہو جائے گا۔

دراصل مصنف کی کتاب کا ماخذ علامہ عبدالکریم سمعانیؒ کی مشہور کتاب "الانساب" ہے، جس کو علامہ سمعانیؒ نے پیشہ ور علماء اور ان کے علمی کارناموں کو عوام میں متعارف کرانے کے موضوع پر لکھا ہے۔ پیشہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ سب اپنی جگہ پر تمدنِ انسانی کی بقا اور ترقی کے لیے ضروری ہے، اس لیے علماء نے کسی پیشے کو اختیار کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کیا اور رزق حلال کے حصول کے لیے اسے ایک نعمتِ الٰہی سمجھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے علوم دین کی بیش بہا خدمت کی اور عامۃ المسلمین کی دینی رہنمائی کا فریضہ بھی باحسن وجہ انجام دیتے رہے۔

علامہ سمعانیؒ کی کتاب کا موضوع بظاہر خشک معلوم ہوتا ہے لیکن مولانا حقانی کے ادیبانہ اور دلچسپ اسلوب تحریر نے اس موضوع کو ایک نئی آب و تاب، جاذبیت اور شگفتگی بخشی ہے۔ ادیب کی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے موضوع، معانی و مطالب کو جامعیت، جاذبیت، سلاست اور طرز بیان کی دلچسپیوں کے ساتھ بیان کرے۔ ہمیں بڑی خوشی ہے کہ مولانا حقانی کی تحریر میں یہ خوبی بطریق احسن موجود ہے۔

موصوف کی کتاب میں پانچ چیزیں خاص طور پر جاذبِ نظر اور قابلِ توجہ ہیں:۔

انہوں نے "الانساب" کا ترجمہ اور تشریح دلکش پیرائے میں کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کو عربی زبان و ادب پر خاطر خواہ عبور حاصل ہے، اور عربی سے اُردو میں بامحاورہ اور سلیس ترجمہ کرنے کا بہترین سلیقہ رکھتے ہیں جبکہ یہ کام بظاہر آسان لیکن حقیقتاً بڑا دقت طلب ہے۔

(۲) انہوں نے "الانساب" میں متقدمین کے بیشتر اور متاخرین علماء کے حالات لکھے ہیں، لیکن ان کا قابلِ قدر کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے جابجا اکابر متاخرین علماء خصوصاً برصغیر کے اعاظم رجال کے بارے میں اہم معلومات بہم پہنچائی ہیں جن پر آگے چل کر ہم گفتگو کریں گے۔

(۳) ان کا وہ نوٹ بھی معلومات افزا، اہم اور دلچسپ ہے جو انہوں نے نابغۂ ہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے حوالے سے پیشوں کی حقیقت و اہمیت اور ان کی مناسب تقسیم پر لکھا ہے۔ یہ نوٹ نذرِ قارئین کیا جائے گا۔

(۴) مولانا حقانی نے بابُ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے وہ گرانقدر اشعار بھی سلیس ترجمہ کے ساتھ درج کیے ہیں جو انہوں نے نسل ونسب پر تفاخر کرنے کی تردید میں ارشاد فرمائے ہیں، ان میں سے آگے چل کر ہم دو اشعار نمونے کے طور پر عبرت پذیری کے لیے پیش کریں گے۔

(۵) مولانا کا شاعرانہ سلیقہ اور شعر شناسی اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں جا بجا موقع ومحل کے مطابق بہت مناسب اشعار چسپاں کیے ہیں جس سے ان کی کتاب کی ادبیت کا حُسن دوبالا ہو گیا ہے۔

محاکات | مولانا حقانی کی حسین عبارتوں میں محاکات کی صنعتِ لفظی کا موزوں استعمال کیا گیا ہے۔ محاکات کے معنیٰ کسی چیز یا کسی حالت کا اس طرح ادا کرنا ہے کہ اس چیز کی تصویر آنکھوں میں پھر جائے، یہ صورت نظم اور نثر دونوں میں تصور کی جا سکتی ہے۔ مولانا محاکات سے کام لینے کے طور طریقوں کا استعمال نہایت خوبی کے ساتھ کرتے ہیں، اس صفت میں وہ یدِ طولیٰ رکھتے ہیں اور کسی حقیقت کا نقشہ کھینچنے میں کمال رکھتے ہیں اور یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ وہ کیفیت قاری کے ذہنی اور بصری پردوں پر منقش ہو گئی ہے۔ ذیل میں ان کی دو ایسی عبارتیں پیش کی جاتی ہیں جو اُن کی محاکات نویسی کے خوبصورت نمونے ہیں:-

(۱) "تین ماہ سے زائد عرصہ ہونے کو ہے کہ ہزار چاہت اور اشتیاق کے باوجود بھی "کتاب الانساب" کے مصنف علامہ عبدالکریم سمعانیؒ (م ۵۶۴ھ) سے شرفِ زیارت وملاقات اور گفتگو واستفادہ کا دوبارہ موقعہ نہ مل سکا۔

آج (۲۸ اپریل ۱۹۸۵ء) پھر شوقِ ملاقات اور ذوقِ استفادہ وتحصیلِ علم نے علامہ سمعانیؒ کی کتابی ملاقات کا موقع بہم پہنچایا۔ آخر ان کی مجلسِ فیض وبرکت (بصورتِ مطالعہ کتاب الانساب) تک دل نے پہنچا دیا۔ اور اپنی قسمت پر نازاں ہوں کہ ہجومِ مشاغل اور کثرتِ کار کے باوجود بھی اللہ پاک نے اس مبارک اور پُرسعادت مجلس تک رسائی میرے لیے آسان کر دی ـــ بہرحال ان کی محفلِ فیض وبرکت یا مجلسِ اُنس وافادہ میں حاضر ہُوا، اجنبی ہونے کے باوجود بڑھ کر قریب پہنچا تو دیکھا کہ علامہ سمعانیؒ مفسرین، محدثین، ائمہ فن، علماء اور فضلاء

قضاۃ اور فقہاء کے جھرمٹ میں بیٹھے حاضرین، سامعین اور ناظرین سے ان کا تعارف کرا رہے ہیں۔ "کتاب الانساب" جلد ۲۳۴ کا کھلا ہوا ہے۔ گفتگو کا عنوان یا موضوع کی شہ سُرخی "الدھان" ہے۔

عربی زبان میں تیل اور روغن تیار کرنے والے یا تیل اور روغن کی تجارت کرنے والے کو دھّان کہتے ہیں۔

علامہ سمعانیؒ نے روغن ساز اور روغن فروش علماء وفضلاء اور مفسرین و محدثین کی جس انداز سے یہاں فہرست مرتب فرمائی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسا کہ روغن سازوں اور روغن فروشوں کی اس فہرست میں انہوں نے ملّت کے دل و دماغ کا عطر کھینچکر سامنے رکھ دیا، ان کی قلمی اور علمی تصویریں دیکھیں تو ایک سے ایک قابل اور فاضل نظر آیا، انکے بشروں سے ذہانت ٹپکتی اور چہروں سے ذکاوت برستی تھی، پوری فہرست پڑھ ڈالی ــــــ"

اس اقتباس پر نظر ڈالیے اور دیکھئے کہ علامہ سمعانیؒ کی "کتاب الانساب" کے مطالعے اور اس سے اخذ و استفادے کو محاکات کا رنگ کس خوبی سے دیا گیا ہے۔ علامہ سمعانیؒ میرِ مجلس کے طور پر صدر نشین ہیں اور ان کے ارد گرد سامعین اور حاضرین کا جھرمٹ ہے اور علامہ سمعانیؒ "الانساب" سے پیشہ ور اور نامور علماء و فضلاء کے حالات سُنا رہے ہیں جو روغن سازوں اور روغن فروشوں سے تعلق رکھتے ہیں ــــ اور پھر یہ بھی دیکھئے مولانا حقانی کے بیان اور عبارت میں کس قدر تسلسل اور روانی ہے اور شوکتِ الفاظ کی عطر بیزی ہے جو ذوقِ سلیم، وجدان اور دل و دماغ کو معطر کر رہی ہے۔

(۲) حاضرِ خدمت ہوتے ہی دیکھا کہ علامہ سمعانیؒ طبقۂ خیاط (درزیوں) کے اربابِ علم و فضل کی محفل جمائے ہوئے ہیں، اُن کی مجلس میں اس طبقہ کے مشاہیر علماء رونق افروز ہیں۔ ایسا پاکیزہ منظر پیشِ نظر ہے جو میری معلومات کی حد تک تاریخ علم و فضل میں بس اپنی مثال آپ ہی تھا۔ خدا جزائے خیر دے علامہ سمعانیؒ کو کہ انہوں نے "کتاب الانساب" کے ذریعے مجھے اس نورانی و روحانی مجلسِ علم و افادہ میں حاضری کا اور اربابِ علم و فضل سے فیضیاب ہونے کا موقع بخشا۔ میں نے بھی اسے غنیمت سمجھا کہ اپنا نامۂ اعمال تو سیاہ ہے ہی، شاید ان بزرگوں کی معنوی ہمنشینی ذریعۂ نجات بن جائے ؎

گرچہ از نیکاں نیم خود را بہ نیکاں بستہ ایم
در ریاضِ آفرینش رشتۂ گلدستہ ایم

یہ عبارت بھی محاکات کا ایک اچھا نمونہ ہے جس میں جذباتِ صحیحہ کی پوری ترجمانی بلکہ بہترین عکاسی کی گئی ہے تصور کو تصویر کا جامہ پہنایا گیا ہے جس کا عکس آئینۂ ادراک میں صاف دکھائی دے رہا ہے ؎

حادثہ وہ جو ابھی گردشِ افلاک میں ہے
عکس اس کا میرے آئینۂ ادراک میں ہے

مرکبات اضافی و توصیفی مولانا حقانی کی اردو تحریروں خصوصاً ان کی زیر بحث کتاب "ارباب علم وکمال" میں ایسے مرکب الفاظ بکثرت ملتے ہیں جو صفت و موصوف اور مضاف و مضاف الیہ سے بنے ہوتے ہیں۔ ان مرکبات اضافی و توصیفی نے مولانا کی تحریروں اور عبارتوں میں نہایت شیرینی اور خوبصورتی پیدا کی ہے مسلمہ اردو ادیبوں کی تحریروں میں ایسے مرکبات بکثرت پائے جاتے ہیں۔ ان مرکبات سے اردو ادب میں وسعت اور حسین اضافہ ہوا ہے اور ادیبانہ فطری ذوق کے لیے یہ موجب تسکین بھی ہیں۔ اس قسم کی ترکیبات کے موجدوں میں غالب، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ظفر علی خان کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ غالب نے جو بہت سی ترکیبیں ایجاد کی ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:۔

مثلاً موج خرام یار، دلفریبی انداز نقش پا، بت مشکل پسند، جلوہ زار آتش دوزخ وغیرہ وغیرہ

لیکن مولانا حقانی نے اضافت و توصیف پر مشتمل جو ترکیبات استعمال کی ہیں ان میں اضافات متوالیہ نہیں ہیں بلکہ ان میں سہل پسندی سے کام لیا گیا ہے اور اپنے مرکبات کو اضافت و توصیف کے دائرے تک محدود رکھا ہے، ایجاز حسن ادب کا ستون ہے، اور مولانا حقانی نے اپنی ترکیبات میں ایجاز سے کام لے کر "بت مشکل پسند" کو بت سہل پسند بنا دیا ہے ——— "ارباب علم وکمال" کی ترکیبات اضافی و توصیفی میں سے چند ایک یہ ہیں:۔

"مذہبی و اخلاقی روح، دنیوی سعادت و فلاح، داستانہائے جور و ستم، بہار سرمایہ افتخار، دردِ دل، سوزِ دروں، دعوتِ مژگان حکیمانہ مباحث، پیشہ رزق حلال، محاسبہ یوم حشر، ہجوم مشاغل، روحانی جلالت قدر، عالمانہ شکوہ وجلال، بیگانہ روزگار شخصیات، طالبان علوم نبوت، گلشن علوم نبوت، ہمہ جہتی رنگارنگی، نگاہ دلآویز، نگاہ دلنواز، تیر محبت، اصاغر نوازی، تنظیم بازی، سیاست گری، دلِ از خود رفتہ، کوچۂ محبوب، دلِ آتش انگیز، چشم اشک ریز، محدثانہ جلالت قدر، فقیر منش سلاطین، زبانِ فیض رساں، درسگاہِ علم و فضل، تربیت گاہِ روح و باطن، شوقِ شہادت و عزیمت، فاضلِ بے نظیر، جذبۂ حق گوئی، اتباع دینِ متین وغیرہ وغیرہ۔"

ان میں بعض تراکیب حاصل مصدر کی بھی ہیں جن کو عبارت کی خوبصورتی میں بڑا دخل ہے۔

شاہ ولی اللہ کا تبصرہ مولانا حقانی نے مختلف پیشوں اور پیشہ ور افراد کے بارے میں "حجۃ اللہ البالغہ" کے حوالے سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی آراء گرامی بھی نقل کی ہیں جن سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ کہ مختلف پیشے کیسے وجود میں آئے اور یہ کہ تمدن انسانی کے ارتقاء کے لیے مختلف پیشوں کا وجود میں آنا ضروری ہے۔ ہم یہاں حضرت شاہ صاحبؒ کی تفصیلی آراء میں سے صرف ایک پیرا گراف پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

"اس کا بنیادی اصول یہ ہے کہ جب نوع انسانی کے افراد زمین میں پھیل گئے اور ان کی ضروریات زندگی بڑھ گئیں، نیز ہر ایک چیز میں اس کی نفاست کو ملحوظ رکھا جانے لگا تاکہ اس سے آنکھوں کو لطف اور نفوس کو سرور حاصل ہو، تو اس صورت میں یہ ممکن نہ تھا کہ ہر ایک فرد اپنی تمام ضروریات اپنے لیے خود پورا کرے پس ضرورت کے تحت تمام اقوام نے اسی بات پر اتفاق کیا کہ ہر ایک شخص ایک ہی قسم کی ضرورت کو پورا کرنے پر توجہ دے اور اس کو اچھی طرح انجام دینے کے لیے تمام ذرائع اختیار کرے اور پھر اس ایک پیداوار یا پیشے کو مبادلے کے تحت اپنی تمام ضروریات کے حصول کا ذریعہ بنائے" (ارباب علم وکمال ص۲۱۹)

مولانا عبدالقیوم حقانی نے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی آراء گرامی کے حوالے سے مختلف پیشوں کی اہمیت کو اور بھی اجاگر کیا ہے اور اس سے موصوف کی کتاب کی ضرورت وافادیت میں بیش بہا اضافہ ہوگیا ہے۔

حضرت علیؓ کے ارشادات گرامی | موصوف نے اپنی کتاب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وہ اشعار بھی ترجمے کے ساتھ درج کیے ہیں جو انہوں نے نسل ونسب پر تفاخر کرنے اور پیشوں کو ذلیل سمجھنے کے رد میں ارشاد فرمائے ہیں۔ ہم یہاں ان اشعار میں سے صرف دو شعر پیش کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:۔

اَلنَّاسُ مِنْ جِهَةِ التِّمْثَالِ اَكْفَاءُ
اَبُوْهُمْ اٰدَمُ وَ الْاُمُّ حَوَّاءُ

شکل وصورت میں تمام لوگ یکساں ہیں، کیوں کہ سب کے باپ آدم اور ماں حوا ہیں۔

فَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمْ مِنْ اَصْلِهِمْ حَسَبٌ
يُفَاخِرُوْنَ بِهٖ فَالطِّيْنُ وَ الْمَاءُ

آدمی اپنی اصلیت پر اگر فخر کریں، تو اصلیت سب کی مٹی اور پانی ہے۔

باب العلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان اشعار سے یہ حقیقت بخوبی ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ تمام انسان باہم مساوی ہیں اور نسل ونسب کے اعتبار سے کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں ہے کیونکہ سب کی اصلیت ایک ہی ہے۔

برصغیر کے عالم رجال کا تذکرہ | مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے اپنی کتاب میں علامہ سمعانی کی "الانساب" کے علاوہ جو مفید اضافے کیے ہیں ان میں ایک قابل قدر اضافہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے برصغیر پاک وہند کے اکابر علمائے ربانی اور درویش منش مسلمان فرمانرواؤں کا تذکرہ بھی کیا ہے جو نوجوانان ملت کیلئے خاص طور پر سبق آموز ہے۔ مثلاً مولانا حقانی لکھتے ہیں:۔

(۱) مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف بڑی محنت اور قابلیت سے پڑھا رہے تھے کہ حیدر آباد سے خط آیا جس میں لکھا تھا کہ "دائرۃ المعارف" میں "بیہقی" کے اسماء الرجال پر مستقل تالیف کا فیصلہ ہوا ہے۔ مجلس نے دو فاضلوں کا انتخاب کیا ہے، ایک علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا اور دوسرا آپ کا۔ تاہم دائرہ کا رجحان آپ کی طرف زیادہ ہے، آٹھ سو روپیہ تنخواہ، سرکاری موٹر، مکان، ڈیوٹی چار گھنٹے، کتب خانہ آصفیہ وقف، مزید مراعات حسب منشاء ___ مگر حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے شدید مقروض ہونے کے باوجود سہارنپور کی ماہانہ تنخواہ بیس روپے، فقر و درویشی اور صحبتِ استاذ کو اس پر ترجیح دی اور جواب میں لکھ دیا۔ ع

مجھے جینا ہی نہیں بندۂ احسان ہو کر

(۲) چشمِ تصور نے برصغیر کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی دار العلوم دیوبند کے بانی و مہتمم قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی زیارت کرادی۔ دسیوں کتابوں کے مصنف، سینکڑوں باکمال تلامذہ کے استاد، ہزاروں مخلصین و مریدین کے پیشوا، عامۃ المسلمین کے قلوب کے بے تاج بادشاہ، اگر چاہتے تو سونے اور چاندی کے محل بنوا سکتے تھے مگر کسی کے بارِ منت کو برداشت نہیں کیا، اپنے ہاتھوں سے رزقِ حلال کمایا۔ کتابت یا تصحیح کتب کا کام کرتے، اس سے جو معاوضہ حاصل ہوتا اسی قُوتِ لایموت پر گذر اوقات کرتے۔

(۳) اسی سلسلے کے ایک دوسرے بزرگ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اپنے ہاتھ سے صابن بنایا کرتے تھے اور تصحیح کتب کا کام کر کے رزقِ حلال کماتے، اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پال کر تبلیغِ دین، درسِ قرآن اور اعلاء کلمۃ الحق میں مگن رہتے۔ ہفتوں فاقے برداشت کیے، اپنا اور بچوں کا پیٹ کاٹا، نومبر دسمبر کی سردیاں نیلی چھت تلے گذار دیں مگر مشتبہ کھانے کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور نہ تن ڈھانپنے کے لیے کسی کے سامنے اشارۃً یا کنایۃً اپنی حاجت کا اظہار کیا۔

(۴) تاریخ نے تو اورنگزیب عالمگیرؒ کے قصۂ کتابت کے دلچسپ واقعات بھی محفوظ کیے ہیں۔ اور اس وقت اورنگزیب عالمگیرؒ کے کتابتِ قرآن کے تصور سے ہندوستان کے درویش اور فقیر منش سلطان ناصر محمودؒ کی طرف ذہن منتقل ہو گیا۔ "منتخب التواریخ" نے لکھا ہے کہ ہندوستان کا یہ بادشاہ درویشانہ زندگی بسر کرتا تھا اور اس کی آمدنی کا ذریعہ صرف اور صرف قرآن مجید کی کتابت تھا۔ سال میں دو قرآن مجید کی کتابت کرتا اور ان ہی کے بدلے سے اپنے گھر کے مصارف پورے کرتا اور اس کی کوشش یہ رہتی کہ بازار میں یہ بھی معلوم نہ ہونے پائے کہ یہ بادشاہ کا کتابت شدہ ہے کہ معلوم ہوتے پر لوگ اس کو زیادہ قیمت پر خرید یں گے۔ اللہ اللہ! کیسے کیسے لوگوں کی یاد ستانے لگی۔ ناصر الدین محمودؒ بادشاہ تھا پیشہ کے لحاظ سے کاتب تھا۔ ایک مرتبہ اپنے ہاتھ

کا لکھا ہوا ایک قرآن مجید کسی دوست کو دکھا رہے تھے کہ اس نے ایک غلطی کی طرف اشارہ کیا، بادشاہ نے اسی وقت اس لفظ پر ایک دائرہ کھینچ لیا تاکہ بعد میں یہ غلطی درست کر لی جائے۔ لیکن جب دوست چلا گیا تو سلطان نے وہ دائرہ مٹا دیا اور لفظ صحیح نہ کیا۔ ایک خادم جو سارا قصہ دیکھ رہا تھا دائرہ بنانے اور پھر تصحیح کیے بغیر اس کے مٹا دینے کی وجہ دریافت کی، تو سلطان نے جواب دیا کہ میرا لکھا ہوا لفظ غلط نہیں تھا لیکن میں اس کا دل نہیں توڑنا چاہتا تھا، اس لیے دائرہ لگا کر اس کو یہ تاثر دیا کہ غلطی درست کر لی جائے گی۔ آخر میں فرمایا عزیز! کاغذ پر بنا ہوا دائرہ مٹانا آسان ہے مگر کسی کے دل سے دکھ اور رنج کا نقطہ مٹانا آسان نہیں۔

حرفِ آخر بہرحال وہ شیریں لمحات کبھی بھولنے کے قابل نہیں جو "اربابِ علم و کمال" کے مطالعہ و استفادہ اور اس پر لکھنے میں صرف ہوئے ہے

وہ رات اہلِ گلستاں کبھی نہ بھولیں گے
جو زیرِ سایۂ ابرِ بہار گذری ہے

داڑھی ــــــــــــــــ بقیہ صـ ۴۷ سے

"میرا تجربہ کسی حدیث صحیحہ کے خلاف ہوتا ہے تو اسے تجربہ کا نقص سمجھتا ہوں اور اس فرمودہ کو کبھی بھولے سے بھی غلط تصور نہیں کرتا یہاں تک کہ تجربات کثیرہ کے بعد وہ حدیث تجربتہ الیقین کی حد تک پہنچ جاتی ہے"

چنانچہ وہ کتے کے برتن میں منہ ڈالنے اور اسے پاک کرنے والی ترکیب جو کہ حدیث میں مندرج ہے کہ "تین یا سات مرتبہ مٹی سے پاک صاف کیا جائے اور پھر پانی سے دھویا جائے" کے متعلق لکھتا ہے:

"مٹی کے تجزیہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس میں اجزائے نوشادر یہ اور اس قبیل کے ایسے نمکیات موجود ہیں جو کتے کے زہر کو بے اثر کر دیتے ہیں"

جرمن ڈاکٹر کی یہ تحریر ان مسلمانوں کے منہ پر طمانچہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے مقابلہ میں موجودہ طرز تمدن اور تحقیقات و انکشافات کو نہ صرف حدیث و قرآن سے بلند سمجھتے ہیں بلکہ شومئی قسمت سے ان کا استہزاء بھی کرتے ہیں۔ کیا ایسے لوگوں کا خلوص و عقیدت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے یا اس جرمن ڈاکٹر کا۔

افسوس کہ اندھا دھند تقلید سے ہم کہیں کے نہیں رہے اور فرمان خدا و فرمان رسول سے انحراف کے نتیجہ میں جس ذلت و رسوائی کی زندگی ہم بسر کر رہے ہیں وہ اظہر من الشمس ہے۔ اللھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ

محفوظ، قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنّت

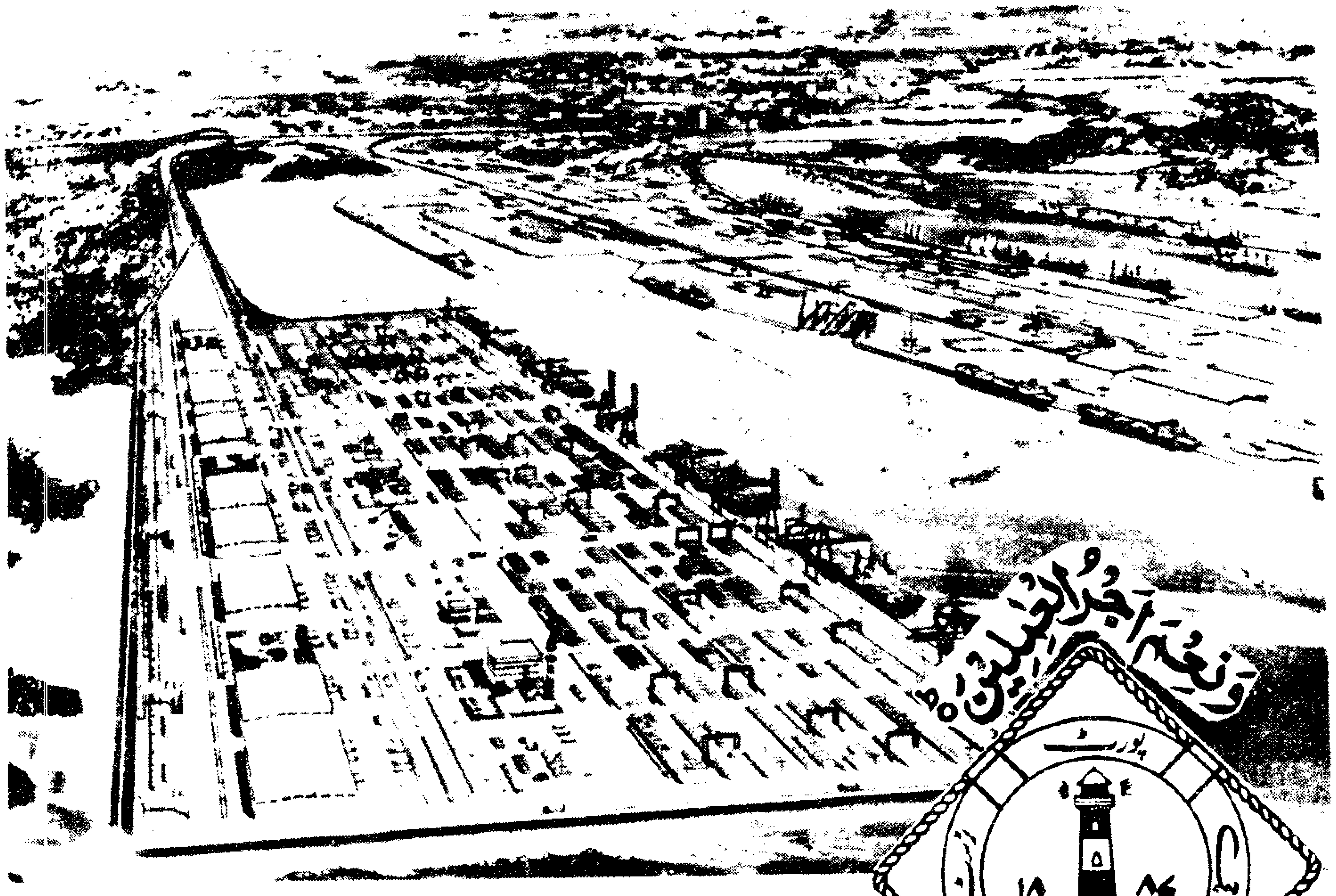

بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لیۓ پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لیۓ کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجنیئرنگ میں کمالِ فن
- مستعد خدمات
- جدید ٹیکنالوجی
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

KP - PID Islamabad